

رسائل و مسائل

سود، بنکنگ اور بین الاقوامی معاشی روابط

سوال :- میں مذہبیات کا ایک طالب علم ہوں اور اس سلسلہ میں آپ کی جماعت کے اسی موضوع کے معنایں کو پڑھنے کا اثر اتفاق ہوتا ہے۔ آپ کے رسالہ ترجمان القرآن جلد ۳۲ عدد ۲ طابع شدہ ماہ اگست میں آپ کا مضمون معاشی ناہمواریوں کا اسلامی علاج پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ جن مشکل مسئلوں کو آپ نے اس میں لیا ہے، اس میں سود کا مسئلہ بھی ہے۔ آپ نے لکھا ہے کہ علاوہ ازیں کہ سود صریحاً کتاب و رسول کے احکامات کے خلاف ہے، اس سے معاشی ناہمواریاں بھی پیدا ہوتی ہیں، کیونکہ اشیاء بنانے والے اور تاجر سود کی رقم کو چیزوں کی قیمت میں شامل کر دیتے ہیں، جو بالآخر عوام کو ادا کرنی پڑتی ہے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ اس سودی نظام کے ماتحت قریب قریب ہر چیز کی قیمت میں سود کا عنصر شامل رہتا ہے، چاہے وہ کتنا ہی کم کیوں نہ ہو۔ یہ بالکل ٹھیک ہے۔ لیکن آگے چل کر آپ نے بین الاقوامی تجارت کو لیا ہے اور لکھا ہے کہ جب تک ہم اپنے یہاں اسلامی طرز کو کامیابی سے چلا کر نہ دکھا دیں، ہمیں بین الاقوامی تجارت میں سود کا وجود برداشت کرنا پڑے گا۔ چنانچہ ترجمان کے صفحہ ۱۲۲ پر سے آپ کا یہ جملہ نقل کرتا ہوں :-

”جب تک یہ منزل نہ اُجھائے، آپ کو اپنے بین الاقوامی مالی و تجارتی روابط میں سود کی آلائش کو منظرِ اُگور کرنا پڑے گا“

آپ اپنے متعدد معنایں میں لکھ چکے ہیں کہ آپ ہر مسئلہ کو خالص اسلامی نقطہ نظر سے دیکھیں گے اور آج کل کی دنیا کے ہر اس طریقے کو رد کر دیں گے جو غیر اسلامی ہے۔

چاہے اس میں کتنا ہی دنیاوی نقصان کیوں نہ ہو۔ پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ سود کے وجود کو اس منزل کے آجانے تک منظرِ اُگور کیا جائے۔ آخر جو اشیاء غیر مالک سے یہاں آئیں گی، ان کی قیمتوں میں سود

کا عنصر بہر حال ضرور ہوگا اور جب ہم ان اشیاء کو خریدیں گے تو گویا اس سودی عنصر کو اد کیا۔ اسلام میں سود

دنیا بھی گناہ ہے، لہذا یہ کہاں تک جائز ہوگا۔ براہِ کرم اس شبہ کا ازالہ فرمائیے تاکہ ایمانان بہر

جواب :- بلاشبہ بہ حیثیت مسلمان ہمارا فرض یہی ہے کہ ہر وہ چیز جسے اسلام نے حرام ٹھہرایا

ہے اس سے ہم اپنے معاشرے کو پاک کر دیں، چاہے اس میں بظاہر دقتی طور پر کوئی نقصان ہی پہنچتا

نظر آئے۔۔۔ ورنہ درحقیقت حرام بہر حال مضر ہی ہوتا ہے اور اس کے مفاد اس کے مفاد کے مقابلے

میں بیماری رہتے ہیں۔

یہی تو وہ جذبہ ہے جو ہمیں اس پر مجبور کرتا ہے کہ اپنے ہاں کے بنگلہ سٹم کو ادھڑ کرنے سے

بچیں اور اس کے لئے تیاری کریں، دراصل لیکہ دنیا کی دنیا اسکی موجودہ شکل پر ایمان لائے ہوئے ہے۔

لیکن ایک پھیلے اور پھلے ہوئے، بلکہ یوں کہیے کہ سپے بے سٹم کو آنا فائدہ بدل دکھانے پر کوئی فائدہ

وقت قادر نہیں ہو سکتی۔ تبدیلی کے لئے تدریج خود ایک قانونِ قدرت ہے اور اسے اسلام نے پوری اہمیت

دی ہے! چنانچہ ایک فرد کے مسلمان بننے کا معاملہ ہو یا ایک معاشرہ میں نظامِ اسلامی کے دستور کرنے کا

سوال درپیش ہو، دونوں حالتوں میں تدریج ناگزیر ہے۔

اب آپ اگر ذرا تامل سے کام لیں تو خود اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ اپنے نظامِ معاشی کو سود کی آلائش

سے پاک کرنے کے لئے اگر کوئی عملی پروگرام اختیار کیا جاسکتا ہے تو وہ حسب ذیل تدریج پر ہی کام کر سکتا ہے۔

(۱) سب سے پہلے شخصی سود خواری کو قطعی طور پر ممنوع ٹھہرایا جائے۔

(۲) اس کے بعد ایک نیا بنگلہ سٹم اصولِ مضاربت یا اصولِ امداد یا بھی پر قائم کیا جائے۔

(۳) پھر موجودہ بنکوں کے سہولتے کو نئے نقشے کے بنکوں کی طرف منتقل Shift کیا جائے۔

(۴) مذکورہ بالا بین الملکی انقلاب کی تکمیل کے ساتھ ساتھ بین الاقوامی فضا کو متاثر کرنے کے لئے اپنے

بنگلہ سٹم کی سائنس کو پورے زور و استدلال کے ساتھ مددوں کر کے پیش کر دیا جائے اور اس کی توجیہ کے

لئے وسیع لٹریچر فراہم کیا جائے، نیز نئے بنگلہ سٹم کے تحت جو تجربات حاصل ہوں ان کو اعداد و شمار کی روشنی

میں دوسری اقوام کے سامنے رکھا جائے۔ یہاں تک کہ وہ اس کے قابلِ عمل Practicable بلکہ

مفید تر ہونے کی قابل ہو جائیں۔

(۵) اسی دوران میں ان پر تجارتی دباؤ ڈالا جائے کہ وہ اپنے ہاں یا تو غیر سودی بینکنگ سسٹم خود قائم کریں یا ہمارے بینکوں کی شاخیں کھولنے کے لئے سہولتیں بہم پہنچائیں اور ہماری اس شرط کو منظور کریں کہ دو طرفہ تجارت درآمد و برآمد غیر سودی بینکنگ سسٹم کی معرفت ہوگی !

اس تدبیر پر دو گرام کی شق (۵) کے عمل میں آنے تک ہم اپنی تجارت خارجہ کو جاری رکھنے کے لئے بیرونی ممالک کے سودی بینکوں سے قطعی طور پر بے نیاز نہ ہو سکیں گے، اور اس طرح شق (۳) کے تکمیل پذیر ہونے تک ہم خود اندرون ملک میں بھی اپنے نظام صنعت و تجارت کو سود سے کلیتہً پاک نہ کر سکیں گے۔

اصولی حیثیت سے جہاں تک بین الاقوامی معاملات کا تعلق ہے، یہ بات آپ کو ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ دنیا جو ایک شہر کی حیثیت رکھتی ہے، اس میں اگر چاروں طرف غیر اسلامی نظاموں کے مفاسد کا سمندر موجیں مارتا رہے تو اس سمندر میں اسلامی ریاست کے جزیرے کا ساحل بہر حال موجوں کی زد میں رہے گا، اس وجہ سے ایک اسلامی ریاست کا انتہائی کمال ہی صورت میں ظاہر ہو سکتا ہے جب کہ ارد گرد کی ساری دنیا اس کے اصولوں سے اثر قبول کرے۔ اور یہی وہ ضرورت ہے جس کے لئے ایک اسلامی ریاست کا نصب العین ہی یہ قرار دیا گیا ہے کہ وہ ہمہ تن اقامتِ دین اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ایک ادارہ ہو۔ وہ ساری دنیا کے لئے ایک روشنی کا مینار، ایک تعلیم کا مرکز، ایک نگرانی کی چوکی اور ایک پولیس اسٹیشن بن جائے۔ حتیٰ کہ پوری دنیا ایک اسلامی ریاست بن سکے !

اس انتہائی کمال کی حالت کو پہنچنے سے پہلے ایک اسلامی ریاست بین الاقوامی معاملات میں جتنے کچھ تعلقات دوسری ریاستوں سے رکھنے پر مجبور ہو اس میں اسکی کوشش ہی ہونی چاہیے کہ وہ کم سے کم ”براہِ راست“ قسم کے مفاسد سے اپنے آپ کو بچائے۔ الا یہ کہ کسی شدید طبیعتی ضرورت کے لئے وہ اضطراراً کسی ایسی صورتِ حالات کو گوارا کرنے پر مجبور ہو جس میں کوئی مفسدہ پایا جاتا ہے۔

مثلاً آپ کو ایک وقت میں غذائی قلت یا قحط کا سامنا کرنا پڑ جاتا ہے اور آپ مجبوراً کسی غیر ملک سے غلہ درآمد کرتے ہیں، اس غلہ کی قیمت کی ادائیگی کے لئے آپ کو ایسے بینکنگ سسٹم کو ذریعہ بنانا پڑتا ہے

جو سود کے اصول پر قائم ہے یا آپ کسی جنگ میں مبتلا ہیں اور قوم کی موت و حیات کا سوال درپیش ہے اور اس مال میں آپ اسلحہ خریدتے ہیں، لیکن نقد ادائی کے لئے روپیہ نہیں رکھتے، اور مجبوراً سود پر قرض لیتے ہیں۔ اسی طرح آپ کو معاشی بد حالی کے دور کرنے کے لئے کسی وقت بیرونی سرمایہ کی ضرورت پیش آ جاتی ہے اور بیرونی سرمایہ اصول معناریت پر نہیں ملتا، کیونکہ اس اصول کا عملی تجربہ کسی کو بھی نہیں۔ تب ان سارے مواقع میں آپ اضطرر کی خصلت سے فائدہ اٹھانے پر مجبور ہوں گے!

یہ وہ مفاسد جو براہ راست نہیں ہیں، بلکہ جن اشیا کو آپ کسی ملک سے حاصل کرتے ہیں، ان کی تیاری اور ان کے مارکیٹ میں آنے کے سٹم میں پائے جاتے ہیں تو آپ ہر چیز کی تیاری کی ہٹری اور اس کے منتظر کی کرید کیے بغیر صرف اتنے پر اتنا کریں گے کہ جو معاملہ آپ کر رہے ہیں خود اس معاملہ میں تو کوئی امیٹی قباحت نہیں۔ ورنہ اگر اشیا کی ہٹری اور معاملات کے غیر متعلق پس منظر کی کرید میں پڑنا شرعاً و دینی ہو تو پھر دنیا میں کسی غیر مسلم بلکہ کسی گھڑے ہوئے مسلمان سے بھی کسی طرح کا کوئی معاملہ نہیں کیا جاسکے گا۔ حالانکہ انبیاء نے کفار و مشرکین سے ہر طرح کے معاملات کئے ہیں، خود نبی صلعم نے غیر مسلموں کے ہاں اجرت پر کام کیے ہیں اور یہ نہیں دیکھا کہ اجرت کس مال میں سے دی جا رہی ہے، اور محنت سے جو فائدہ اٹھایا جا رہا ہے وہ کس مقاصد پر صرف ہوگا۔ پھر آپ نے غیر مسلموں کی کھانے کی دعوتیں قبول کی ہیں، اور یہ کرید نہیں کی کہ کھانا جس مال سے پکا ہے وہ کس طرح کمایا گیا تھا اور اس کے پیچھے کونسا معاشی نظام کام کر رہا تھا۔

معاشی نامواریوں میں سود کے پورے نظام معاشی کی رگوں میں سرایت کر جانے کی جو توضیح کی گئی ہے اس کا اصل مدعا اس غلط نظریے کی تردید کرنا تھا کہ بنکوں کا سود ان مفاسد سے پاک ہوتا ہے جو انفرادی سود خواہی ہیں پاتے جاتے ہیں۔ اس تصریح سے یہ نتیجہ نکالنا صحیح نہ ہوگا کہ اگر کسی ملک کے نظام معیشت میں سود سرایت کئے ہوئے ہو تو اس کی پیداواریں اور مصنوعات خریدی یا استعمال نہیں کی جاسکتیں۔

ان اشارات سے غالباً آپ اصل مدعا کو سمجھ سکیں گے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اسلامی نظام کو کتابوں کے اوراق سے نکال کر صفحہ زمین پر اگر عملاً قائم کرنا ہو تو تدریج ناگزیر ہے اور تدریج بہر حال اس کا اقصا کرتی ہے کہ اصلاح کے عبوری دور کے مختلف مراحل کو اضطرراً گوارا کیا جائے۔ بخلاف اس کے اگر عملی حالت

سے انھیں بند کر کے آپ انھیں اور غیر سودی نظام معیشت کو قائم کرنے کے لئے ایک صحیح کپا چاہنا۔ آرڈی فیس ماری کر دیں کہ آج سے سودی بینکنگ سسٹم کو بند کیا جاتا ہے اور کل سے غیر سودی بینکنگ سسٹم کام کرے گا تو اس آرڈینس کا نتیجہ صرف یہ ہوگا کہ آپ کا سارا معاشی نظام و حرام سے زمین پر آرہے گا اور اسکو از سر نو تعمیر کرنے کے لئے عمل کی طرف توجہات کو دیر تک کے لئے منقطع کرنے کے بجائے اصل سوال یہ پیدا ہو جائے گا کہ جیس کیسے؟

اجتماعی نظام کی اصلاح و تجدید کے لئے صرف وہی طریقہ اختیار کیا جاسکتا ہے جس کے تحت ایک نظام چلتے چلتے بدلتا جاتے، کیونکہ یہ ممکن نہیں ہے کہ چلتے نظام کو روک کر اسے اسکی جگہ سے پہلے اکیڑ کر ملک سے باہر کسی ہمنڈ میں پھینک دیا جائے اور پھر ایک بنا بنایا نظام کسی کارخانے سے لا کر اسکی جگہ نصب کر دیا جائے۔

یہ الگ بات ہے کہ اصول تدریج کی اثر نے کہ ایک طبقہ میں طرح مثال مثالوں سے کام لینا چاہتا ہے وہ عقائد اسلام ہے۔ ایک مومن صادق اضطرار کے مراحل سے جلد از جلد گزرنے کی پوری سعی کرتا ہے اور وہ اسلام کے ظہور کال سے پہلے کی عبسہ کی منزلوں میں سے کسی منزل میں قرار نہیں پکڑتا اور اضطرار کے مواقع سے لذت نہیں لیتا۔

تفہیم القرآن (مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی) یہ معلوم کیے لئے پڑے پڑے خطوط آ رہے ہیں کہ تفہیم القرآن کب شائع ہو جائیگی۔ فردا فردا اس خط کا جواب نیا شکل ہے اس لئے بذریعہ ترجمان القرآن اعلان کیا جاتا ہے کہ تفہیم القرآن کی اشاعت کے ابتدائی انتظامات مکمل ہو چکے ہیں۔ کتابت شروع ہے اور جس رفتار سے کام پر رہے اسکے پیش نظر توقع ہے کہ پہلی جلد مئی ۱۹۵۰ء میں شائع ہو جائیگی۔ رفتار صرف اسوجہ سے مستحکم کہ اس کے تقدیر تفسیر باطنی محاسن کے شایان شان ظاہری خوبوں کا اہتمام کرنا ضروری ہے۔ جو اصحاب یہ چاہتے ہوں کہ تفہیم القرآن شائع ہوتے ہی ان کی جگہ پہنچ جائے وہ اپنی فرمائشیں جمع کر لیں جس ترتیب سے فرمائشیں جمع ہوں گی اسی ترتیب سے انکی تمیں بھی ہوگی بعض اصحاب نے قیمت پیشگی جمع کرانے پر آمادگی ظاہر کی، لیکن ابھی قیمت کا صحیح اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ جب قیمت مقرر ہو جائے گی تو پھر پیشگی رقوم جمع کی جائیں گی۔ کاغذ اور جلد بندی لحاظ سے پہلے ایڈیشن کی میں اقسام ہونگی۔ بہت اعلیٰ متوسط معمولی فرمائشیں مل کے پتہ پڑانی چاہئیں۔ شیخ محمد الدین پشتر کو جگہ انڈیا موجود رہا۔